# آراضی مفتوحہ

از

(جناب مولوی محمد تقی الدین صاحب شبخوی (بارہ بنکی)

مفتوحہ زمین سے متعلق جو قوانین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رائج تھے وہ نہایت ظالمانہ تھے۔ جنگوں کا مقصد یہی دوسروں کو غلام بنانا اور ان کے مال و دولت اور ذرائع پیداوار کو لوٹ کر غصب کرنا ہوتا تھا[1]۔

قرآن سب سے پہلی کتاب ہے جس نے قوانین جنگ مرتب کئے[2]۔ اور دنیا پر یہ واضح کر دیا کہ جہاد بھی رحمت الٰہی کا ایک پہلو ہے جس کا نتیجہ لازمی طور سے عام انسانیت کے لئے امن و سلامتی کا پیغام ہوتا ہے[3]۔

رحمۃ للعالمین نے کن اصول کے ماتحت رحمت کو عام کرنے کی کوشش کی، خلفاء راشدین کس قدر لوگوں کے لئے رحمت ثابت ہوئے اس پر قانون جنگ کی دفعات اور اس زمانہ کے تاریخی واقعات روشنی ڈالتے ہیں۔

فتح ہونے کے بعد جو سلوک مفتوحین کے ساتھ کیا گیا۔ جو نظام قایم ہوا اور پھر وہ جس طرح رحمت الٰہی عام ہوئی تاریخ کا ادنیٰ طالب علم بھی اس سے واقف ہے۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ عام طور پر لوگوں نے یقین کر لیا تھا کہ اسلام خوف و دہشت کی طاقت نہیں ہے جس سے بھاگا جائے یا اس کا مقابلہ کیا جائے بلکہ سر تا پا نیکی و عدالت اور مجسم رحمت کا پیام ہے۔

---

[1] جمہوریہ افلاطون مقالہ پنجم [2] "The laws of war between Belligerents" by Percy Bordwell, Callaghan & Co. Chicago

[3] وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ۲/۱۹۳

اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد قوموں نے بلاوے بھیجے۔ شہروں نے پھاٹک کھول دئے۔ قلعوں نے اپنی کنجیاں آگے رکھ دیں اور وقت کی ساری مظلوم آبادیوں نے نجات دہندہ سمجھ کر اس کو خوش آمدید کہا۔

اسلام سے پہلے دستور تھا کہ جنگ میں جو کچھ حاصل ہو لڑنے والوں کا حق ہے قرآن کریم نے اس دستور کو ختم کر کے مفتوحہ تمام اشیاء کو اللہ کی ملک قرار دیا[۱]۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ — لوگ آپ سے غنیمت کے متعلق پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجیے مال غنیمت اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔

اَلْاَنْفَالُ الغنائم[۲] — انفال سے مراد غنائم ہیں

امام بخاریؒ نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ آیت غنیمت میں رسول کا ذکر تنظیم و تقسیم کے لئے ہے کہ آپ بحیثیت خلیفہ عام مفاد کے پیش نظر قانون شریعت کے مطابق مال غنیمت لوگوں میں تقسیم کریں۔ تملیک کے لئے نہیں ہے[۳]

ذیل کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے آپ نے فرمایا

واللہ انی لا اعطی احدا ولا امنعہ انما انا قاسم اضع حیث امرت[۴] — خدا کی قسم (نہ) اپنی خواہش سے) کسی کو دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں میں صرف قاسم ہوں وہیں تقسیم کرتا ہوں جہاں کا حکم دیا گیا ہوں۔

بہرحال اسلامی نظریہ کے مطابق مفتوحہ زمین اللہ کی ملک قرار دی جاتی تھی، کسی خاص جماعت یا افراد کی نہیں۔ اور خلیفہ عام مفاد کے لئے مندرجہ ذیل لوگوں میں اس کو تقسیم کرتا تھا۔

(۱) غازیوں میں۔

(۲) اصل باشندوں میں۔

---

۱ الاحکام السلطانیہ صفحہ ۱۳۲ ۲ بخاری ج ۲ ص ۶۶۵ والاموال ص ۳۱۲ ۳ بخاری ج ۲ ۴ زاد المعاد ج ۲

چونکہ حفاظت ملک و قوم کی خدمت فوجیوں کے سپرد ہوتی ہے اس لئے ان خدمات کے عوض مفتوحہ زمینوں کا کچھ حصہ ان کے حوالے کردیا جاتا تھا کہ اس کے ذریعہ وہ اپنی معاش کے خود کفیل ہوں۔ بقیہ زمین بالعموم اصل باشندوں ہی کے پاس رہنے دی جاتی تھی۔ اس زمین پر ان لوگوں کو پورے اختیارات حاصل ہوتے تھے اور خلافت ان سب سے سرکاری ٹیکس وصول کرتی تھی۔

یہ صورت اس وقت ہوتی کہ لڑائی کے بعد فتوحات ہوئی ہوں اگر جنگ کئے بغیر فتح ہو جاتی تو کل آراضی مفتوحہ خلافت کے انتظام میں رہتی اور اصل باشندے حسب سابق کاشت کرتے رہتے اس صورت میں بھی انھیں ہر قسم کے تصرف بیع۔ ہبہ وغیرہ کا اختیار ہوتا خلافت طریقہ کاشت وغیرہ پر نگرانی رکھتی اور سرکاری ٹیکس کے علاوہ کچھ وصول نہیں کرتی تھی۔

اس طرح تمام مفتوحہ زمینوں کی دو قسمیں ہوتیں۔

غنیمت۔ جو لڑائی کے بعد فتح ہوئی ہو۔

فے۔ جو بغیر جنگ کے فتح ہوگئی ہو

غنیمت کا انتظام دو طرح ہوتا تھا

(۱) فوجیوں میں تقسیم کردی جاتی

(۲) اصل باشندوں کے پاس رہنے دی جاتی

"فے" میں جنگ کی نوبت نہیں آتی تھی اس لئے تقسیم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا چنانچہ زمین اصل باشندوں ہی کے پاس رہنے دی جاتی تھی۔

چونکہ مجموعی حیثیت سے تمام مفتوحہ زمینیں اللہ کی ملک قرار دی جاتیں اور عام مفاد کے لئے خلافت کے انتظام اور نگرانی میں ہوتی تھیں اس لئے اگر اصل باشندے یہ زمینیں چھوڑ کر چلے جاتے یا مفادِ عامہ میں خلل واقع ہونے کی وجہ سے کسی حصہ زمین سے انھیں بے دخل کردینا پڑجاتا تو "خلافت" مفادِ عامہ کے پیشِ نظر بہتر تنظیم و تقسیم کی مجاز تھی صرف کاشت کے لئے زمین دینے میں مفادِ خلق زیادہ ہوتا تو اس کو اس کا بھی اختیار حاصل تھا۔ کسی کو "قطیعہ" دینے میں مفادِ خلق معلوم ہوتا تو اس کے قے

بھی کوئی روک نہ تھی بہر حال سرکاری ٹیکس دستور کے مطابق ہی وصول کیا جاتا تھا[1] خلافت کو اس بات کا بھی حق تھا کہ کسی کو زمین دئے بغیر اپنے اخراجات سے کاشت کرائے اور پیداوار خود ہی لوگوں میں تقسیم کر دئے۔

مفتوحہ زمین سے متعلق قرآن حکیم میں دو طرح کے احکام ملتے ہیں جن کی بنیاد مندرجہ ذیل آیات پر ہے پہلی آیت "غنیمت" کہلاتی ہے اور دوسری کو آیات "فے" کہتے ہیں۔

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ
لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي
الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ
وَابْنِ السَّبِيلِ (۴۱)

اور جان لو کہ جو کچھ تمہیں "غنیمت" میں ملے اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے اور رسول۔ اقربا۔ یتیموں۔ مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔

مَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ
أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ
وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ
وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً
بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ وَمَا آتَاكُمُ
الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ
فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ
الْعِقَابِ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ
الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ
وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ
اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ

جو "فے" اللہ نے بستی والوں سے اپنے رسول کو عطا فرمایا وہ اللہ و رسول کے لئے اور اقرباء۔ یتیم۔ مسکین مسافر کے لئے ہے تاکہ تم میں سے دولتمندوں کے درمیان ہی سمٹ کر نہ رہ جائے اور جو کچھ رسول تمہیں دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں (نہ دیں) اس کو چھوڑ دو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

ان مفلس مہاجروں کے لئے بھی ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے ہوئے اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی ڈھونڈنے کے لئے اور اللہ و رسول (دین) کی مدد کرنے کے لئے تمہارے پاس آئے ہیں

[1] الخراج یحیی ص۲۲

وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ
وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ
مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ
وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ
حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ
عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ
وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ
هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَالَّذِينَ جَاءُوا
مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ
لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا
بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا
غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ
رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۵۹

وہی لوگ سچے ہیں۔
اور ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو اس گھر (مدینہ) میں
ایمان کی حالت میں مہاجرین کے پہلے سے ٹھہرے
ہوئے ہیں، وہ لوگ ان مہاجرین سے محبت کرتے ہیں
ان کے آنے سے اور ان کی خاطر تواضع کرنے سے
اپنے دلوں میں تنگی محسوس نہیں کرتے۔ اپنی جانوں پر
ان کو مقدم رکھتے ہیں۔ اگرچہ ان پر فاقہ ہی کی نوبت آجائے
اور جو لوگ اپنے نفس کی لالچ سے بچا لئے گئے وہی
مراد پانے والے ہیں۔
اور ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو ان کے بعد یہ کہتے ہوئے
آئے کہ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان
بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے
دلوں میں مومنوں کی طرف سے "بیر" نہ رکھ اے ہمارے
رب آپ ہی نرمی کرنے والے اور مہربان ہیں۔

ابوبکر جصاص رح نے "غنیمت" اور "فے" کی ان آیتوں میں ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے اور اس کی تائید و تصدیق کے لئے "محمد بن مسلمہ جو متاخرین اہل مدینہ میں سے ہیں ان کا قول بھی نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

"اللہ اور اس کے بعد رسول کا ذکر اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ رسولؐ بحیثیت خلیفہ قرب و رضا کی تمام راہوں (مفاد عامہ) میں حالات اور مواقع کے لحاظ سے اموال کی تنظیم و تقسیم کرے آیت "فے" کا یہ ٹکڑا "وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا" اسی مقصد کی ترجمانی کرتا ہے اور حضرت جابرؓ کی ایک روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے" پیغمبر اسلام (مفاد عامہ کے پیش نظر)

اسے اس کو مستحقین میں تقسیم کرتے تھے، آیتِ غنیمت کے مذکورہ پانچ حصوں کی تخصیص نہ تھی" اس صورت میں یہ حصے محض قربِ خدا و رضا کی اجمالی تشریح و توضیح کے لئے ہوں گے تحدید و تخصیص کے لئے نہ ہوں گے"[1]

قرآن کریم کے انھیں احکام کے پیشِ نظر فاروقِ اعظمؓ نے ابتداءً عراق و شام کی زمین فوجیوں میں تقسیم نہیں کی اور بعد میں بھی تمام مفتوحہ زمینیں تقسیم نہیں ہوئیں بلکہ اصل باشندوں کے پاس ہی رہنے دی گئیں۔

بقول ابو عبیدؒ

"پیغمبر اسلام نے آیتِ غنیمت پر عمل کر کے "خیبر" کو تقسیم کر دیا اور حضرت عمرؓ نے آیت "فے" پر عمل کر کے عراق و شام وغیرہ نہیں تقسیم کیا"[2]

قاضی ابو یوسفؒ کہتے ہیں۔

"حضرت عمرؓ کے زمینوں کے تقسیم نہ کرنے کا فیصلہ محض توفیقِ الٰہی کا نتیجہ اور کتابِ الٰہی سے ہدایتِ کاملہ کی بناء پر تھا اور اسی میں بھلائی تھی"[3]

قاضی صاحب کے ہم عصر یحییٰ بن آدمؒ قرشی کہتے ہیں۔

مفتوحہ زمین کا معاملہ خلیفہ کی صوابدید پر موقوف ہوتا ہے مناسب ہو تو فوجیوں میں تقسیم کر دے ورنہ اصل باشندوں کے پاس رہنے دے، پیغمبر اسلام نے بعض زمینیں تقسیم کر دی تھیں اور بعض نہیں تقسیم کیں[4]

ابو عبیدؒ کہتے ہیں کہ

| | |
|---|---|
| فقد تواترت الآثار فی افتتاح الارضین عنوۃ بھذین الحکمین[5] | غلبہ سے فتح کی ہوئی زمین کے ان دونوں حکموں میں "آثار" حد تواتر تک پہنچ چکے ہیں۔ |

حاصل یہ ہے کہ مفتوحہ زمین اگر جنگ کے بعد فتح ہوتی تو تقسیم اور عدم تقسیم میں خلیفہ کو اختیار ہوتا

---

[1] احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۶۲، ۵۵ [2] الاموال لابی عبید ص ۶۱ [3] الخراج لابی یوسف ص ۲۷ [4] الخراج یحییٰ ص ۱۸ [5] الاموال ص ۶۰

[a] اس تحقیق کی بناء پر وَلِلرَّسُوْلِ اور وَلِذِی الْقُرْبٰی وغیرہ کے واؤ زائدہ محض کلام میں حسن و خوبی پیدا کرنے کے لئے ہوں گے کلامِ عرب میں بکثرت اور قرآن کریم کی متعدد آیتوں میں صرف تزئین و تحسینِ کلام کے لئے واؤ لائے گئے ہیں جن کے کوئی معنی نہیں ہیں (احکام القرآن)

تھا اور اگر بلا جنگ فتح ہو جاتی تو اصل باشندوں ہی کے پاس رہنے دی جاتی۔

اب چند تاریخی واقعات کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں تاکہ یہ حقیقت واضح ہو سکے کہ رسول اللہ اور خلفاء راشدین نے زمین کی تنظیم و تقسیم میں مفادِ عامہ اور نفعِ خلق کا کہاں تک لحاظ رکھا اور مفتوحین کے ساتھ کیسا بہتر سلوک کیا۔

**ارضِ خیبر** خیبر فتح ہونے کے بعد پوری زمین اللہ کی ملک قرار دی گئی اور خلافت نے اسکو حسب ذیل طریقے پر تنظیم و تقسیم کیا۔

(۱) کچھ حصہ فوجیوں میں تقسیم کر دیا۔

(۲) بقیہ حصہ اصل باشندوں کے پاس رہنے دیا۔

دوسری صورت میں یہ بات طے پائی کہ پیداوار میں دونوں شریک ہوں گے نصف پیداوار خلافت کی ہوگی اور نصف کاشتکار کی۔ خلافت کے عام قانون سے بھی مطلع کر دیا گیا کہ زمین اللہ کی ملک ہے اور کسی فرد کی جانب سے مفادِ عامہ کے خلاف کوئی حرکت ہوئی تو بے دخل کر دینے کا خلافت کو پورا اختیار ہوگا۔

جو حصہ فوجیوں میں تقسیم کیا گیا تھا وہ بھی سرکاری ٹیکس اور قانون سے مستثنیٰ نہ تھا۔

خیبر کا واقعہ یہ ہے کہ

اہلِ خیبر کو جب اپنی کمزوری کا یقین ہو گیا تو وہ قلعوں میں محصور ہو گئے۔ اسلامی فوج یکے بعد دیگرے تمام قلعوں پر قبضہ کرتی گئی صرف دو قلعے "وطیح" اور "سلالم" باقی رہ گئے۔ جب ان لوگوں کو بھی اپنی شکست کا یقین ہو گیا تو رحمۃ للعلمینؐ کی خدمت میں امن کی درخواست پیش کی۔ آپ نے فوراً منظور فرما کر اس کا اعلان کر دیا۔

پورے خیبر پر قبضہ ہو جانے کے بعد خیبر کے کچھ لوگوں نے درخواست کی کہ ہماری زمینیں ہمارے پاس رہنے دی جائیں، نصف پیداوار ہماری ہوگی اور نصف خلافت کی۔ ان لوگوں کی یہ درخواست منظور کی گئی بلکہ یہی سلوک اوروں کے ساتھ بھی ان کی درخواست کے بغیر عام کیا گیا اور ان لوگوں کی زمینیں

بھی نصف پیداوار کی شرط کے ساتھ انھیں کے پاس رہنے دی گئیں۔ البتہ سب پر یہ واضح کر دیا گیا کہ زمین پر قبضہ اس وقت تک قابلِ تسلیم ہے جب تک مفادِ عامہ کی خلاف ورزی نہ ہو اور کسی جانب سے کوئی ایسی حرکت نہ ہو جو نقضِ امن کا باعث ہو سکے ورنہ خلافت کو بے دخل کرنے کا پورا اختیار ہوگا۔

چنانچہ جن لوگوں سے نقضِ امن کا اندیشہ تھا ان کو دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا اور ان کی زمینیں فوجیوں میں تقسیم کر دی گئیں۔ پیغمبرِ اسلام بحیثیت خلیفہ حسبِ معاہدہ خیبر کا انتظام کرتے رہے اور اس کی آمدنی حسبِ موقع تقسیم کرتے گئے۔ صدیق اکبرؓ نے بھی یہی انتظام بدستور قایم رکھا۔ عہد فاروقؓ میں بھی کچھ دنوں یہی انتظام قایم رہا مگر جب اہلِ خیبر معاہدہ کے خلاف عمل کرنے لگے اور ان کی خلاف ورزیاں حد سے تجاوز کر گئیں جس کی بناء پر نقضِ امن کا اندیشہ ہو گیا تو عمرؓ نے انھیں ملک شام کی طرف منتقل کر دیا۔ اس طرح بقیہ زمین بھی دوسروں میں تقسیم کر دی گئی۔

خلاصہ یہ کہ پورا خیبر غلبہ سے فتح ہوا اور نفع خلق کے پیشِ نظر تنظیم و تقسیم کی جو بہتر صورت ہو سکتی تھی وہ اختیار کی گئی۔ بعض روایتوں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خیبر کا کچھ حصہ صلحاً فتح ہوا تھا۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ خیبر کا اکثر حصہ غازیوں میں تقسیم نہ ہوا تھا بلکہ اسے اصل باشندوں کے پاس رہنے دیا گیا تھا جسے دیکھ کر غالباً بعضوں نے سمجھا کہ یہ علاقہ صلحاً ملا تھا۔ مگر یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ پورا خیبر غلبہ سے فتح ہوا تھا۔

چنانچہ ابو عبیدؒ کا تمام روایتوں کے پیشِ نظر یہی فیصلہ ہے۔ زیلعیؒ نے بھی اس کی تائید کی ہے۔

اس کے علاوہ بعض روایتیں جو خیبر کی آمدنی کے تقسیم کے بارے میں بظاہر مختلف نظر آتی ہیں ان کی بنیاد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے حاصل شدہ آمدنی کے کئی حصے کیا کرتے تھے اور ایک حصہ میں کئی کئی مصرف شامل ہوتے تھے۔ کسی راوی نے ہر ایک کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا اور کسی نے بعض کا تذکرہ کیا اور بعض کو چھوڑ دیا۔ چونکہ پیغمبرِ اسلامؐ کے حصے میں کئی مصرف شامل

---

لہ معاہدہ کی خلاف ورزی یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ مسلمانوں کی جانیں بھی محفوظ نہ رہ گئی تھیں چنانچہ عبداللہ بن عمرؓ ایک مرتبہ کسی ضرورت سے "خیبر" گئے تو بلا وجہ ان کو مار پیٹ کر زخمی کر دیا گیا۔

تھے۔ اس لئے کسی راوی نے صرف آپ کی طرف منسوب کر کے سب کو شامل کر لیا۔

الغرض نہ ایک راوی دوسرے کے خلاف بیان کرتا ہے اور نہ غلط کہتا ہے اس لئے مورخین اس اختلاف کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔[1]

**ارض وادی القری** وادی القریٰ شام اور مدینہ کے درمیان خیبر کے راستہ پر یہودیوں کی آبادی تھی۔ پہلے یہاں قوم ثمود آباد تھی ان کی ہلاکت کے بعد یہودی آباد ہو گئے تھے۔ فتح ہونے کے بعد آراضی ونخلستان وغیرہ انھیں کے پاس رہنے دئے گئے اور ویسا ہی معاملہ کیا گیا جو خیبر والوں کے ساتھ کیا گیا تھا یعنی خلافت کے عام قانون سے انہیں مطلع کر دیا گیا کہ زمین اللہ کی ملک ہے اور کسی جانب سے مفادِ عامہ کے خلاف کوئی حرکت ہوگی تو خلافت کو بے دخل کر دینے کا پورا اختیار حاصل ہوگا اور یہ بات طے پائی کہ نصف حصہ پیداوار خلافت کی ہوگی اور نصف کاشتکار کی۔ اس زمین سے غازیوں کو حصہ نہیں دیا گیا۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ

رسول اللہ ۷ھ میں خیبر سے فارغ ہو کر وادی القریٰ تشریف لائے اور اسلام کی دعوت دی یہ لوگ جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ آخر کار جنگ ہوئی اور مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔[2]

اس سلسلہ میں قاضی عیاض کا یہ قول ہے

| | |
|---|---|
| وکذلک ثلث ارض وادی القریٰ | وادی القریٰ کی ثلث زمین جو مصالحت کے وقت سے |
| اخذہ فی الصلح حین صالح | ہوئی تھی وہ بھی پیغمبر اسلام کے لئے "خالصہ" تھی |
| اهلها الیهود[3] | |

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں سے مصالحت ہو گئی تھی۔ ممکن ہے پہلے معاہدہ ہو چکا ہو

---

[1] اس تمام واقعہ خیبر کی تحقیق وتفصیل کے لئے ملاحظہ ہو نصب الرایہ ج ۳ کتاب السیر وابوداؤد باب حکم ارض خیبر وکتاب الاموال ص ۹ و ص ۵۶ وکتاب الخراج یحییٰ ص ۲۷ و ۳۶ و ۳۸ و ۴۱ و ۴۲ و ۴۳

[2] کتاب الاموال ص ۳۰۵ وفتوح البلدان ج ۱ [3] نووی ج ۲ ص ۹۲

اور یہ بات سطے پائی ہو کہ زمین کی تہائی پیداوار خلافت کی ہوگی اور بقیہ کاشتکار کی پھر معاہدہ کی خلاف ورزی کی بناء پر جنگ کی نوبت آگئی ہو

**ارض بنی نضیر** بنو نضیر نامی یہودیوں کا ایک قبیلہ مدینہ میں رہتا تھا۔ یہ لوگ زمین جائداد چھوڑ کر چلے گئے تھے اور اس طرح ان کے اموال بلاجنگ وجدل خلافت کے انتظام میں آگئے تھے۔ پیغمبر اسلام صلعم نے زمینیں مسلمانوں میں تقسیم کر دیں اسی میں سے ابو بکرؓ۔ زبیرؓ۔ عبد الرحمن بن عوفؓ ابو دجانہؓ کو "قطائع" عطا فرماتے تھے[۱]

جیسا کہ یحییٰ بن آدم قرشی کہتے ہیں

| | |
|---|---|
| ثم قسم رسول الله ارض بنی النضیر | پھر رسول اللہ نے بنو نضیر اور بنو قریظہ کی زمین تقسیم کر دی |
| وارض بنی قریظه ولم یقسم فدك[۲] | اور فدک نہیں تقسیم کیا۔ |

دوسرے موقع پر کہتے ہیں کہ

رسول اللہ نے بنو نضیر کے اموال مہاجرین اور بعض انصار میں تقسیم کر دئے تھے[۳]

پھر کہتے ہیں

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ الخ ۹پ میں جس مال کے بلاجنگ وجدل ملنے کا ذکر ہے وہ بنو نضیر کا مال ہے اور لکن اللہ یسلط رسلہ الخ میں پیغمبر اسلام کے تسلط کا یہ مطلب ہے کہ وہ آپ کے لئے خالصہ (سرکاری) ہے (پیغمبر کے تسلط سے مراد آپ کی جماعت کا تسلط ہے شخصی نہیں کیونکہ پیغمبر کی غرض عام مفاد تھی نفسی نہ تھی)[۳]

رہ گئیں فاروق اعظم اور دیگر اجلہ صحابہ کی تمام وہ روایتیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اموال بنی نضیر پیغمبرؐ کے لئے خالصہ (سرکاری) تھے ان سب کا یہ مطلب ہے کہ آپ خلیفہ کی حیثیت سے منتظم تھے

---

[۱] فتوح البلدان ج ۱ [۲] الخراج لیحییٰ ص ۱۸ [۳] حوالہ بالا ص ۳۲ [۴] ایضاً

ع اس روایت میں ایک راوی محمد بن سائب کلبی ابو النضر ہے جس پر ناقدین نے جرح کی ہے اور ضعیف قرار دیا ہے لیکن اس مضمون کی روایت کی تائید دوسری مستند روایتوں سے ہوتی ہے اس لئے یہ مضمون صحیح مانا جاتا ہے ملاحظہ ہو الخراج لیحییٰ ص ۳۶ اور فتوح البلدان ج ۱ اور بخاری و ابو داؤد ۱۲

موقع اور محل کے لحاظ سے تصرف کرتے تھے کسی کا خصوصیت کے ساتھ کوئی حق نہ تھا بلکہ تمام لوگ برابر کے شریک تھے۔

بنو نضیر کا واقعہ یہ ہے

ابتداء ان لوگوں سے معاہدہ ہوگیا تھا کہ دیت (خون بہا) کے معاملہ میں وہ مسلمانوں کی مدد کریں گے اس کے بعد بنو نضیر کے خلیف نے دو آدمی قتل کر دئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو نضیر کے پاس گئے اور معاہدے کے مطابق دیت کے معاملہ میں ساتھ دینے کو فرمایا۔ ان لوگوں نے بد عہدی کی بلکہ بالاخانہ سے چکی کا پاٹ گرا کر آپ کا کام تمام کرنے کی سازش کی۔ اس سازش کا حال معلوم ہونے کے بعد آپ واپس آئے۔ اور اس غداری کے جرم میں حسب معاہدہ شہر چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ ان لوگوں نے حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ اور آمادۂ پیکار ہو گئے۔ مسلمانوں نے ان پر فوج کشی کر کے محاصرہ کر لیا اور یہ محاصرہ پندرہ دن تک جاری رہا آخر کار وہ صلح پر راضی ہوئے اور رسول اللہ سے کہا کہ ہم اس شرط پر آپ کا شہر خالی کر دینے پر تیار ہیں کہ ہماری چیزوں میں سے "ہتیار" اور "زرہ" کے علاوہ ہر اس سامان کے لے جانے کی اجازت دیجئے جس کو اونٹ پر لے جا سکیں آپ نے یہ شرط منظور فرمائی[1]

قرآن کریم کی اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

| | |
|---|---|
| هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ | اللہ ہی ہے جس نے پہلی ڈبھیڑ ہوتے ہی اہل کتاب میں |
| أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ | سے جو کافر تھے نکال باہر کیا۔ |

الحشر ۵۹

ارض بنی قریظہ | بنو قریظہ نامی یہودیوں کا قبیلہ مدینہ میں رہتا تھا۔ ان کی زمینیں خلافت کے انتظام میں آکر انھیں کے قبیلہ کے ایک شخص حضرت سعدؓ کے فیصلہ کے مطابق تقسیم کر دی گئی تھیں۔

معمرؒ کہتے ہیں۔ میں نے زہریؒ سے کہا کہ کیا بنو قریظہ کے پاس زمینیں بھی تھیں انھوں نے کہا "ہاں تھیں" رسول اللہؐ نے مسلمانوں میں تقسیم کر دی تھیں[2]

---

[1] الاموال ص۳ و فتوح البلدان ج۱ و ابن سعد ج۲ و ابن ہشام ص۶۵۲　[2] فتوح البلدان ج۲

ان لوگوں سے دوستانہ مراسم قایم ہو چکے تھے مگر انھوں نے جنگ احزاب کے دن شرائطِ صلح کی مخالفت کر کے مسلمانوں کے دشمنوں کو مدد دی اور معاہدہ توڑ دیا۔ مسلمانوں نے "احزاب" سے فارغ ہو کر بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا یہ محاصرہ تقریباً پچیس دن تک جاری رہا۔ اس اثناء میں ان سے بارہا کہا گیا کہ رسول اللہ جو کچھ فیصلہ کریں اس کو منظور کرنے کی شرط کے ساتھ باہر نکل آؤ لیکن وہ لوگ اپنی ضد اور اصرار پر برابر اڑے رہے۔ آخر وہ اس بات پر راضی ہوئے کہ حضرت سعد جو کچھ کہہ دیں منظور ہے۔ سعدؓ نے منجملہ اور باتوں کے ان کی آراضی تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا۔[۱]

قرآن کی اس آیت میں غالباً بنو قریظہ ہی کی طرف اشارہ ہے۔

وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ — اللہ نے ان کی زمین۔ مکان۔ اموال کا وارث بنا دیا

ارض مکہ مکہ فتح ہونے کے بعد حسب قانونِ خلافت تمام زمین اللہ کی ملک قرار دی گئی اور خلافت کے انتظام میں لینے کے بعد پہلے کی طرح اصل باشندوں کے پاس رہنے دی گئی۔[۲]

مکہ والوں کے ساتھ احسان و سلوک کا یہ مظاہرہ تاریخ عالم میں ایک ایسا مقام رکھتا ہے جس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے ابتدائی دور میں پیغمبر اسلام اور ان کی جماعت کے ساتھ ایسی وحشت و بربریت کا برتاؤ کیا تھا کہ جس کے ذکر سے شرافت پناہ مانگتی ہے انسانیت لرزتی ہے اور عدل و انصاف ندامت کی وجہ سے گردن جھکا لیتا ہے، مگر رحمۃ للعالمینؐ جس وقت رحمت کا پیام لے کر فاتح مکہ کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے تو اعلان عام کر دیتے ہیں کہ

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ[۳] — آج تمہارے اوپر کوئی الزام نہیں تم سب کے سب آزاد ہو

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ حصہ خیبر کے علاوہ تقریباً تمام مفتوحہ زمینیں اصل باشندوں کے پاس رہنے دیں اور آراضی کی تنظیم و تقسیم میں مفادِ عامہ کے پیشِ نظر جو عمدہ صورت ہو سکتی تھی وہ اختیار فرمائی آپ کے سامنے خلق اللہ کا عام مفاد تھا کسی خاص طبقہ یا جماعت کا نہیں تھا۔ آپ نے انسان کی معاشی آزادی کے خیال سے قدیم زمانہ کی ملکیت کے مفہوم کو بدل کر ایک نئی قسم کی ملکیت

---

[۱] بخاری ج ۲ و مسلم ج ۲ والاموال ص ۱۲۹ [۲] الاموال ص ۶۷ [۳] الخراج لابی یوسف ص ۵۵

کی طرح ڈالی جس کی حیثیت حقِ استعمال اور حقِ انتفاع سے زیادہ نہ تھی اور وہ بھی اسی حد اور اسی وقت تک قابلِ تسلیم تھی جب تک مفادِ عامہ میں خلل نہ واقع ہو اور کسی کی حق تلفی کا باعث نہ بن سکے

شاہ ولی اللہؒ دہلوی اسلام میں ملکیت کے مفہوم کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| والارض کلھا فی الحقیقۃ بمنزلۃ | حقیقت یہ ہے کہ پوری زمین بمنزلہ مسجد اور رباط گاہ کے |
| مسجد اور رباط جعل وقفا | ہے جو مسافروں پر وقف ہوتی ہے اور سب مسافر |
| علی ابناء السبیل وھم شرکاء | اس میں شریک ہوتے ہیں پہلے آنے والے کو پیچھے |
| فیہ فیقدم الاسبق فالاسبق | آنے والے پر ترجیح ہوتی ہے آدمی کی حق ملکیت کا |
| وحق الملک فی الآدمی کونہ احق | صرف یہ مطلب ہے کہ اس کو انتفاع کا حق بہ نسبت |
| بالانتفاع من غیرہ[1] | دوسرے کے زیادہ ہے۔ |

[1] حجۃ اللہ البالغہ

(باقی آئندہ)

# تفسیر مظہری

## تمام عربی مدرسوں کتب خانوں اور عربی جاننے والے اصحاب کے لئے بے مثل تحفہ

اربابِ علم کو معلوم ہے کہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی یہ عظیم المرتبہ تفسیر مختلف خصوصیتوں کے اعتبار سے اپنی نظیر نہیں رکھتی لیکن اب تک اس کی حیثیت ایک گوہر نایاب کی تھی اور ملک میں اس کا ایک قلمی نسخہ بھی دستیاب ہونا دشوار تھا۔

الحمد للہ کہ۔ سالہا سال کی عرقریز کوششوں کے بعد ہم آج اس قابل ہیں کہ اس عظیم الشان تفسیر کے شائع ہو جانے کا اعلان کر سکیں اب تک اس کی حسب ذیل جلدیں طبع ہو چکی ہیں جو کاغذ اور دیگر سامان طباعت و کتابت کی گرانی کی وجہ سے بہت محدود مقدار میں چھپی ہیں۔

ہدیہ غیر مجلد جلد اول تقطیع ۲۲×۲۹ ستر روپے جلد ثانی ستر روپے جلد ثالث آٹھ روپے، رابع پانچ روپے خامس سات روپے سادس آٹھ روپے سابع آٹھ روپے ثامن آٹھ روپے۔ کل قیمت ۸ جلد ۸۰ للعہ